حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُالواحِد

مجالس ذکر و دُرود شریف کی شرعی حیثیّت

بسم اللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ وصلّی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

احادیثِ مبارکہ میں مجالس ذکر اور اُن کی فضیلت کا بڑا واضح تذکرہ موجود ہے۔ اس لیے مجالس ذکر کی مشروعیت وفضیلت میں تو کوئی شک ہی نہیں، لیکن احادیث میں مذکور مجالسِ ذکر کی کیفیّت کے بارے میں لوگوں میں خاصا غلو پایا جارہا ہے۔ ہر قسم کی مجالسِ ذکر خواہ ان کے لیے تداعی کی گئی ہو یا جہری یا سرّی ذکر جماعتی صُورت میں کیا جاتا ہو سب کو فضیلت والی مجالسِ ذکر میں شامل سمجھنے لگے ہیں اور بعض ظاہری وجزوی مصلحتوں اور فائدوں کی خاطر اُن کے معتقد ہو رہے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے یہ دیکھنا بہت ضروری ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ اعمال کے کرنے میں اور فضائل کو سمیٹنے میں ہم سے زیادہ حریص تھے اُن کے یہاں اور ان کے دَور میں مجالسِ ذکر کی کیا کیفیّت تھی جو کیفیّت اُن کے یہاں رائج تھی وہی ہمیں بھی اختیار کرنی چاہیے اور جن کیفیّتوں سے انھوں نے منع کیا اُن سے بچنا چاہیے خواہ ان میں ہمیں بظاہر کتنے ہی فوائد نظر آرہے ہوں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ فجر اور عصر کے بعد مسجد میں رہ کر ذکر کرتے تھے اور باقی اوقات میں بھی بعض صحابہ ذکر میں مصروف ملتے تھے۔ چونکہ ان کے دَور میں مسجد کو خاص اہمیّت حاصل تھی کہ علم کے حلقے بھی وہیں لگتے تھے۔ قضا۔ وحکومت کے معاملات بھی وہیں طے پاتے تھے لہٰذا

ذکر کرنے والے بھی ایک طرف کو ہو جاتے تھے اور اس طرح سے ذاکرین کی مجلس یا حلقہ قائم ہو جاتا تھا۔ اس کے لیے ایک دوسرے کو دعوت نہیں دی جاتی تھی۔ یعنی دوسرے لفظوں میں ان میں ذکر یا مجلس ذکر کے لیے تداعی نہ تھی۔ ہمارے دَور میں بعض حضرات کو اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دَور میں مجالس بغیر تداعی کے قائم ہو جاتی تھیں اور اُن کے دل اس بات کو قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کی نظروں سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی دلچسپیاں اوجھل رہیں اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے زمانے کے لوگوں پر قیاس کرنے لگے۔

تداعی کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جماعتی یا اجتماعی صورت میں ذکر کرنے سے بھی اجتناب کیا جاتا تھا۔ اجتماع اور مجلس کی جو کیفیّت ہم نے بیان کی اس سے مجلس اور اجتماع تو حاصل ہو جاتا تھا لیکن ذکر ہر شخص اپنا اپنا کرتا تھا۔ یعنی خواہ ذکر کے کلمات ہر ایک کے مختلف ہوں اس بات کا التزام نہیں کیا جاتا تھا کہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں بلکہ ایسا کرنے کو وہ بدعت جانتے تھے خواہ ایسا ذکر سرًّا کیا جا رہا ہو یا جہرًا کیا جا رہا ہو۔ اسی ناجائز طریقے کو ہم جماعتی یا اجتماعی صورت میں ذکر کرنے کا نام دیتے ہیں۔

آگے ہمارے کلام میں ان ہی مذکورہ اُمور سے متعلّق تفصیل ہے اور اس کو ہم چھ فصلوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

فصل اوّل : احادیث میں مجالس ذکر اور اُن کی فضیلت کا تذکرہ۔

فصل دوم : خیر القرون میں مجلس ذکر کے لیے تداعی کا نہ ہونا۔

فصل سوم : اجتماعی صُورت میں ذکر جہری بدعت ہے۔

فصل چہارم : اجتماعی صُورت میں ذکر سرّی بدعت ہے۔

فصل پنجم : اجتماعی صورت میں ذکر کے بدعت ہونے کی تائید۔

فصل ششم : مجالس ذکر کی مختلف مروّجہ صُورتیں اور اُن کے احکام۔

فصل اوّل : احادیث میں مجالس ذکر اور اُن کی فضیلت کا تذکرہ

(۱) عن ابی هريرة و ابی ... حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد

سعید قالا قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لا یقعد قوم یذکرون اللہ الاحفّتھم الملائکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وَ ذَکَرَھم اللہ فیمن عندہ۔

فرمایا کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت اُن کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں فرماتے ہیں۔

قال ابن حجر التعبیر بہ (ای بالقعود) للغالب کماھو الظاھر لان المقصود حبس النفس علی ذکر اللہ مع الدخول فی عداد الذاکرین لتعود علیھم برکۃ انفاسھم ولحظ ابناسھم۔

(مرقاۃ المفاتیح، ص: ۴۹، ج: ۵)

(ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مقصود یہ ہے کہ ذکر کرنے والوں میں شامل ہوکر اپنے آپ کو ذکر الٰہی پر پابند کرلے تاکہ دیگر ذاکرین کے سانسوں کی برکت اور ان کی نسبت اس کو حاصل ہو۔)

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیرٍ منھم

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر میں تذکرہ کرتا ہوں

قال العلی القاری: ای مع جماعۃ من المومنین أو فی حضرتھم

(مرقاۃ المفاتیح، ص: ۵۲، ج: ۵)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مُراد ہے دیگر مُسلمان ذکر کرنے والوں کے ساتھ یا دیگر مُسلمانوں کی موجودگی میں اللہ کا ذکر کیا۔

(۳) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان للہ ملائکۃً یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے رستوں میں پھرتے رہتے ہیں اور اہلِ ذکر کو تلاش کرتے ہیں۔

الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم (الحدیث)

جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ اپنے مقصود کے لیے اِدھر آؤ۔

قوله یذکرون اللہ: الاظھران المراد ھو الاعم والمذکورات تمثیلات ۔ وفیه دلالة علی ان للاجتماع علی الذکر مزیة ومرتبة (مرقاۃ، ص: ۵۶، ج ۵)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں یذکرون اللہ سے مُراد عام ترمعنی ہے، اور جو مخصوص اذکار مذکور ہیں وہ بطورِ مثال کے ہیں۔ نیز اس حدیث میں ذکر کے لیے اجتماع کی فضیلت اور مرتبہ معلوم ہُوا۔

(۴) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنّت کے باغوں پر گزرو تو خُوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جنّت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

(۵) عن ابی سعید قال خرج معاویة علی حلقة فی المسجد فقال ما اجلسکم قالوا اجلسنا نذکر اللہ

ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک حلقہ کے پاس آئے اور اُن سے پُوچھا کہ تم لوگ کس لیے بیٹھے ہو اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔

ای الذی اجلسنا ھو غرض الاجتماع علی الذکر (مرقاۃ، ص: ۶۸، ج: ۵)

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحابہ کے جواب کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے بیٹھنے کی غرض اللہ کے ذکر پر اجتماع تھا۔

(۶) عن عبدالرحمن بن سھل بن حنیف قال نزلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو فی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدے میں تھے کہ آیت واصبر نفسک (ترجمہ: اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے) کا

بعض ابیاتہ واصبر نفسك	پابند کیجیے جو صبح شام اپنے ربّ کو پکارتے
مع الذین یدعون ربھم	ہیں) اس پر آپ ان لوگوں کی تلاش میں نکلے۔
بالغدٰوۃ والعشی فخرج	ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول
یلتمسھم فوجد قوما یذکرون	ہے بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں
اللہ فیھم ثائر الراس و	والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور
جاف الجلد و ذوالثوب الواحد	صرف ایک کپڑے والے ہیں جب حضور
فلما راٰھم جلس	صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے
معھم و قال الحمد للہ	پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں
الذی جعل فی امتی من	اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری اُمت میں
امرنی ان اصبر نفسی معھم	ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس
(فضائل ذکر، ص: ۵۲)	بیٹھنے کا حکم ہے۔

(۷) ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صُبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے (فضائل ذکر ص ۵۵)

لیکن اس سب کے باوجود خیر القرون میں نہ تو مجالسِ ذکر کے لیے تداعی ہوتی تھی اور نہ ہی اجتماعی صُورت میں سرّی یا جہری ذکر کیا جاتا ہے۔

فصل دوم: خیر القرون میں ذکر کی مجلسوں اور حلقوں کیلئے تداعی نہیں تھی

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دَور میں جو مجالس اور حلقے قائم ہوتے تھے کیا اُن کے لیے لوگوں کو بُلایا جاتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں کیا ان مجالس کے انعقاد کے لیے تداعی ہوتی تھی یا وہ مجالس اور حلقے بلا تداعی کے خود بخود قائم ہوجاتے تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ خیر القرون میں تداعی کے ساتھ مجالسِ ذکر قائم کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی دل چسپیاں آخرت سے متعلّق تھیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ذکر اور مجلس ذکر کی فضیلتیں اور مخصوص اوقات کی فضیلتیں سُن کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی تھی کہ اُن کو مخصوص اوقات میں جمع ہونے کی دعوت دی جائے یا اس کا اعلان کیا جائے۔ علّامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ المدخل میں ذکر کرتے ہیں۔

الاترى الى ماورد عنهم فى	کیا تم دیکھتے نہیں ہو جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فجر
اورادهم بعد الصبح والعصر	اور عصر کے بعد اُن کے اوراد و وظائف کے
فانهم كانوا فى مساجدهم فى	بارے میں وارد ہُوا ہے۔ ان دو وقتوں میں
هٰذين الوقتين كانهم منتظرون	وہ اپنی مسجدوں میں ایسے وقت گزارتے تھے
صلاة الجمعة ويسمع لهم فى	گویا کہ وہ جمعہ کی نماز کے منتظر ہوں۔ اور
المساجد دوى كدوى النحل	مسجدوں میں ان کے لیے شہد کی مکھیوں کی
(المدخل، ص: ۷۵، ج: ۱)	سی بھنبھناہٹ سُنائی دیتی تھی۔

اپنے اس دَور میں بھی ہمیں بہت سی مساجد میں کچھ نہ کچھ لوگ ایسے ملتے ہیں جو فجر کی نماز سے لے کر اشراق تک مسجد میں رہ کر ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے ہیں۔ تو خیر القرون کے لوگوں کی دلچسپیوں کے مسجد کے ساتھ وابستہ ہونے کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگوں کو تعلیم کی مجلس میں شرکت کی دعوت دینا تو ملتا ہے ذکر کی مجلس میں شرکت کی دعوت دینا نہیں ملتا حالانکہ جیسے اوپر مذکور ہُوا اس وقت مسجد میں لوگ ذکر کے لیے بھی جمع ہوتے تھے۔

... وهو ابوهريرة رضى الله عنه حين	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ منوّرہ کے بازار
خرج الى الناس بسوق المدينة	میں لوگوں کے پاس گئے اور ان میں اعلان کیا
فنادى فيهم ما بالكم ميراث	کہ اے لوگو تمہارا کیا معاملہ ہے کہ رسول
رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقسم	اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی میراث تو آپ کی
فى المسجد بين امته وانتم مشتغلون	اُمّت میں مسجد میں تقسیم کی جارہی ہے اور
فى الاسواق فتركوا السوق واتوا	تم یہاں بازاروں میں مشغول ہو لوگوں نے

الی المسجد فوجدوا الناس حلقاً حلقاً لتعلیم القرآن والحدیث والحلال والحرام فقالوا واین ما ذکرت یا اباھریرۃ قال ھذا میراث نبیکم وان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درھماً وانما ورثوا العلم وھا ھوذا۔

(المدخل، ص: ۸۲، ج: ۱)

بازار چھوڑا اور مسجد کی طرف آتے اور لوگوں کو حلقوں میں دیکھا تعلیم قرآن کا حلقہ تعلیم حدیث کا حلقہ اور حلال وحرام کی تعلیم کا حلقہ تو پُوچھا اے ابوہریرہؓ آپ نے جو ذکر کیا وہ کہاں ہے؟ اُنھوں نے فرمایا یہی تمہارے نبی کی میراث ہے۔ انبیاء دینار و درہم کی میراث نہیں چھوڑتے علم کی میراث چھوڑتے ہیں اور وہ یہی ہے

علاوہ ازیں یہ اذکار و اوراد نفل و مندوب ہیں جس کے لیے تداعی جائز نہیں اور مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ اس بارے میں ضابطہ تحریر فرماتے ہیں "پس غور کرنا چاہیے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے مگر صلاۃ نفل اس سے اعلی و افضل ہے کہ عمدہ عبادات اور افضل القربات ہے اور خیر موضوع ہے مگر بایں ہمہ بوجہ تداعی و اہتمام کے کہ یہ اس میں مشروع نہیں بدعت لکھتے ہیں۔ یہاں ذکرِ مولود میں بھی گو مندوب ہے مگر تداعی و اہتمام اس کا کہیں سلف سے ثابت نہیں بدعت ہووے گا، البتہ وعظ و دروس میں تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا کہ فرائض صلوات میں تداعی ضروری ہے۔" (براہین قاطعہ، ص: ۱۵۳)

فصل سوم: اجتماعی صورت میں ذکر جہری بدعت ہے

اجتماعی صورت سے ہماری مراد یہ ہے کہ سب ذکر کرنے والے یہ التزام کریں کہ وہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے خواہ اس میں کوئی اُن کا امیر ہو یا نہ ہو۔

ماخرجه صاحب الحلیة رحمه الله وغیره عن ابی البختری قال اخبر رجل عبد الله بن مسعود ان قوما یجلسون فی المسجد بعد المغرب فیهم

حلیۃ الاولیاء وغیرہ میں ابو البختری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ کچھ لوگ مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ تکبیر کہو اور اتنی مرتبہ تسبیح کہو

رجل يقول كبروا الله كذا و كذا
وسبحوا الله كذا وكذا و
احمدوا الله كذا و كذا قال
عبدالله فيقولون ذلك؟ قال
نعم قال فاذا رأيتهم فعلوا
ذلك فائتني فاخبرني بمجلسهم
قال فاتيته فاخبرته بمجلسهم
فاتاهم وعليه برنس له فجلس
فلما سمع ما يقولون قام وكان
رجلاً حديدًا فقال انا عبدالله
بن مسعود والله الذی لا
إله غيره لقد جئتم ببدعةٍ
ظلماء او لقد فقتم اصحاب
محمّد صلّى الله عليه وسلّم علما. فقال
احدهم متعذرًا والله ماجئنا ببدعة
ظلماء ولا فقنا اصحاب محمد صلّى
الله عليه وسلّم علما. فقال عمرو بن عتبة
يا ابا عبدالرحمٰن نستغفر الله قال عليكم بالطريق
فالزموه فوالله لئن فعلتم لقد سبقتم سبقا
بعيدا ولئن اخذتم يمينا وشمالا لتضلن
ضلالا بعيدا۔ (المدخل، ص ۷۵، ج ۱)
و فی رواية اخرجها
الطبرانی فی الكبير

اور اتنی مرتبہ تحمید کہو۔ عبداللہ ابن مسعودؓ
نے پوچھا تو کیا وہ کہتے ہیں؟ اس شخص نے
جواب دیا کہ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا
جب تم اُن کو ایسا کرتے دیکھو تو میرے پاس
آکر مجھ کو اُن کی مجلس کی خبر دینا۔ کہتے ہیں
کہ میں نے آکر آپ کو ان کی مجلس کے انعقاد
کی خبر دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ برنس
(ٹوپی والا لمبا کوٹ) پہنے ہوئے ان لوگوں کے
پاس آئے اور بیٹھ گئے اور جب جو کچھ وہ کہہ
رہے تھے اس کو سُنا تو کھڑے ہو گئے اور وہ
تیز فہم اور سخت آدمی تھے اور کہا میں عبداللہ
بن مسعودؓ ہوں۔ خدائے وحدہ لاشریک لہٗ کی قسم
کھا کر کہتا ہوں کہ تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے
یا کیا تم علم میں جناب نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے صحابہ
سے بڑھ گئے ہو؟
ان میں سے ایک نے معذرت کے طور پر
کہا کہ اللہ کی قسم نہ تو ہم نے تاریک سیاہ بدعت ایجاد
کی اور نہ ہی علم میں محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے
اصحاب پر فائق ہوئے۔ اور عمرو بن عتبہ نے
کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن ہم اللہ کی بخشش طلب
کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ (صحابہ کے طریقہ
کو لازم پکڑو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے اس جیسے کام
کیے تو تم بہت پیچھے رہ جاؤ گے اور اگر تم

فقال عمرو بن عتبة بن فرقد استغفر الله یا ابن مسعود واتوب الیہ فامرھم ان یتفرقوا۔
(حیاۃ الصحابہ، ص: ۲۴۷، ج: ۳)

نے دائیں بائیں کوئی راہ اختیار کی تو تم دور کی گمراہی میں جا پڑو گے۔ طبرانی کی معجم کبیر میں روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ عمرو بن عتبہ بن فرقد نے کہا اے ابن مسعود میں اللہ کی بخشش طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ تو آپ نے لوگوں کو متفرق ہونے کا حکم دیا۔

دیکھیے جو اذکار تھے یعنی تسبیح و تہلیل و تحمید یہ مسنون تھے۔ مسجد میں ذکر کرنا بھی منع نہیں بلکہ دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں (تداعی کے بغیر) ذکر کی مجالس اور حلقے قائم ہوتے تھے اور مسجد میں ہوتے تھے جیسا کہ اُوپر مذکور ہوا۔ فقط جہراً کرنا ممنوع ہوتا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اس سے منع فرماتے حضرت نے منع فرمایا تو اجتماعی صورت میں ذکر کرنے سے منع فرمایا اور اس پر قوی دلیل طبرانی کے یہ الفاظ ہیں فامرھم ان یتفرقوا (ان کو متفرق ہونے کا حکم دیا)

فصل چہارم: اجتماعی صورت میں ذکر سری بدعت ہے

سُنن دارمی میں یہ روایت ہے

کنا نجلس علی باب عبد اللہ بن مسعود قبل صلوٰۃ الغداۃ فاذا خرج مشینا معہ الی المسجد فجاءنا ابو موسی الاشعری فقال اَخَرَجَ الیکم ابو عبد الرحمٰن بعد؟ قلنا لا۔ فجلس معنا حتی خرج فلما خرج قمنا الیہ جمیعا فقال لہ ابو موسیٰ یا ابا عبد الرحمٰن

فجر کی نماز سے پیشتر ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ جاتے تھے اور جب وہ باہر نکلتے تھے اور اُن کے ساتھ مسجد تک پیدل جاتے تھے (ایک دن) ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آتے اور پُوچھا کہ ابو عبد الرحمٰن (یعنی عبد اللہ بن مسعودؓ) تمہارے پاس باہر آئے ہیں؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ تو وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے جب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر

انی رأیت فی المسجد انفا
امرًا انکرته ولو ارَ والحمدُ
لله الا خيرًا قال فما هو فقال ان
عشتَ فستراه قال رایت فی المسجد
قوما حلقا جلوسا ينتظرون
الصلٰوة في كل حلقة
رجل و فی ایدیهم حصیً
فيقول كبروا مائة فيكبرون
مائة فيقول هللوا مائة
فيهللون مائة و يقول
سبحوا مائة فيسبحون مائة
قال فماذا قلتَ لهم قال
ما قلت لهم شيئا انتظار
رايك أو انتظار امرك
قال افلا امرتهم ان
يعدوا سيئاتهم و
ضمنت لهم ان لا
يضيع من حسناتهم .
ثم مضى و مضينا معه
حتى اتى حلقةً من
تلك الحلق فوقف عليهم فقال ما هذا
الذی اراكم تصنعون قالوا يا ابا عبدالرحمٰن
حصىً نعدبه التكبير والتهليل والتسبيح

نکلے تو ہم سب اُن کی طرف کھڑے ہوئے اور
ابو موسٰی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن مَیں
نے ابھی مسجد میں ایسی بات دیکھی جو مَیں نے
بُری سمجھی اور الحمد للہ میری رائے بھلائی ہی کی ہے
عبداللہ بن مسعودؓ نے پُوچھا کہ وہ کیا بات
ہے۔ تو اُنھوں نے جواب دیا کہ آپ کی زندگی
رہی تو آپ اس کو عنقریب دیکھ لیں گے مَیں
نے مسجد میں لوگوں کو نماز کے انتظار میں حلقے
بنائے بیٹھے دیکھا۔ لوگوں کے پاس کنکریاں
ہیں اور ہر حلقہ میں ایک شخص کہتا ہے کہ سو
مرتبہ تکبیر کہو تو لوگ سو مرتبہ تکبیر کہتے ہیں اور
وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو لوگ
سو مرتبہ یہ کلمہ کہتے ہیں اور وہ شخص کہتا ہے کہ
سو مرتبہ تسبیح کہو تو لوگ سو مرتبہ سبحان اللہ
کہتے ہیں اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے پُوچھا
پھر آپ نے ان لوگوں کو کیا کہا۔ ابو موسٰی اشعریؓ
نے جواب دیا آپ کی رائے یا آپ کے حکم
کے انتظار میں مَیں نے اُن سے کچھ نہیں کہا
عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ آپ نے ان سے
یہ کیوں نہ کہا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور
آپ نے اُن کو یہ ضمانت
کیوں نہ دی کہ اُن کی کوئی
نیکی ضائع نہ ہو گی۔

قال
فعدوا سيئاتكم فانا
ضامن ان لا يضيع من
حسناتكم شئ ويحكو
يا امة محمّد ما اسرع
هلكتكم هولاء صحابة
نبيكم صلّى الله عليه
وسلّم متوافرون و هذه
ثيابه لم تبلَ وآنيته
لم تكسروالذي نفسي بيده
انكم لعلى ملة هي
اهدى من ملة محمد
او مفتتحوا باب ضلالة ؟
قالوا والله يا ابا عبدالرحمٰن
ما اردنا الا الخير
قال وكم من مريد
للخير لن يصيبه
ان رسول الله صلّى الله عليه
وسلّم حدثنا ان قوما
يقرؤن القرآن لا
يجاوز تراقيهم و
ايم الله ما ادري لعل
اكثرهم منكم ثم

پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چلے
اور ہم آپ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ ان
حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے اور
وہاں کھڑے ہوئے۔ پھر ان سے پوچھا یہ میں تمھیں
کیا کرتے دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے جواب دیا
کہ کنکریاں ہیں جن پر تکبیر تہلیل اور تسبیح کو
شمار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم اپنے
گناہوں کو شمار کرو اور میں ضمانت دیتا ہوں
کہ تمھاری کوئی نیکی ضائع نہ ہوگی۔ اے اُمّتِ
محمّدؐ تم پر افسوس ہے کتنی جلدی تمھاری
بربادی ہے۔ تمھارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم
کے یہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود ہیں اور آپ
صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں
ہوئے اور آپ کے برتن ابھی نہیں ٹوٹے۔ قسم
ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان
ہے یا تو تم ایسی ملّت پر ہو جو محمد صلّی اللہ علیہ
وسلّم کی ملت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے اور
یا تم لوگ گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔
انھوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن ہم نے تو فقط
خیر کا ارادہ کیا ہے آپ نے فرمایا کتنے ہی خیر کا
ارادہ کرنے والے ہیں جن کو خیر ہرگز نہیں
پہنچتی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہم سے
بیان کیا تھا کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن

تولی عنھم۔ فقال عمرو بن سلمۃ رأینا عامۃ اولئك الحلق یطاعنونا یوم النھروان مع الخوارج

کے حلق سے آگے نہیں جائے گا اور اللہ کی قسم میں نہیں جانتا شاید کہ اُن کی اکثریت تم ہی لوگوں میں سے ہو۔ پھر آپ ان لوگوں کی طرف سے پھر گئے۔ عمر بن مسلمہ کہتے ہیں ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں کی اکثریت خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف نہروان میں لڑ رہی تھی۔

(سنن دارمی، ص: ۶۰، ج: ۱)

دارمی کی اس روایت کا مضمون اس پر خود دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ اس قصہ سے علیحدہ ہے جو حلیہ سے اُوپر مذکور ہُوا۔ سابقہ قصہ میں شریک مجلس عمرو بن عتبہ کے استغفار و توبہ کا ذکر ملتا ہے جبکہ اِس قصہ میں شرکاء مجلس کا مقابلہ میں بحث کرنا مذکور ہے کہ جواب دیا واللہ یا ابا عبدالرحمٰن ما اردنا الا الخیر (اے ابو عبدالرحمٰن اللہ کی قسم ہمارا ارادہ تو فقط خیر کا ہے)۔ سابقہ قصہ میں ذکرِ جہری مذکور ہے جس کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے خود سُنا جبکہ اس قصہ میں ذکرِ سری مذکور ہے اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قدرے توقف کے بعد پُوچھا کہ یہ میں تم کو کیا کرتے دیکھتا ہوں؟ ہم نے اس سوال سے ذکر کے سری ہونے پر استدلال علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ کی پیروی میں کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ایک حلقہ میں تشریف لائے اور پُوچھا تمہاری یہ مجلس کیسی ہے؟ اُنہوں نے جواب دیا جلسنا نذکر اللہ (ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں)

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لانھم لوکانوا یذکرون اللہ جھرًا لم یحتج علیہ السّلام الی ان یستفھمھم بل کان یخبرھم بالحکم من غیر استفھام فلما ان استفھم دل علی ان ذکرھم کان سرًا۔ وکذلك جوابھم لہ علیہ الصلٰوۃ والسّلام بقولھم جلسنا نذکراللہ ادل دلیل علی انھم کانوایذکرون

کیونکہ اگر وہ اللہ کا ذکر جہرًا کر رہے ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے پُوچھنے کی حاجت نہ تھی بلکہ آپ بغیر پُوچھے اُن کو حکم بتا دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ صحابہ کا ذکر سری تھا۔ اسی طرح صحابہ نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا وہ بھی اس بات پر

(بقیہ بر ص ۵۸ پر)

بیوی نے جو اس کی چچازاد بہن تھی ترکہ کو تقسیم کیا، چنانچہ سات ہزار اشرفیاں بچّے کے لیے الگ کر دیں اور باقی ایک ہزار اشرفیوں کے دو حصّے کیے آدھی اشرفیاں ایک تھیلے میں رکھ کر باندی سے کہا کہ یہ تھیلا اس عورت کے پاس لے جا (جو اس تاجر کی دوسری بیوی ہے) اور اُسے بتلا کہ تاجر کی وفات ہو گئی ہے اور اس نے ترکہ میں آٹھ ہزار اشرفیاں چھوڑی ہیں جن میں سے سات ہزار تو اس کے لڑکے کو مل گئے جو اس کا حق بنتے ہیں ایک ہزار اشرفیاں جو باقی بچی تھیں وہ میں نے اپنے اور تمہارے درمیان تقسیم کر لی ہیں، یہ تمہارا حق ہے یہ لے لو۔ باندی وہ اشرفیاں لے کر اس عورت کے پاس گئی، اسے تاجر کا سارا قصہ سُنایا اور بتلایا کہ تاجر کی وفات ہو گئی ہے اور اُس کی اہلیہ نے یہ اشرفیاں بھیجی ہیں، وہ عورت رونے لگی۔ پھر اُس نے اپنا صندوق کھول کر ایک پرچہ نکالا اور باندی سے کہا کہ یہ اپنی مالکن کے پاس لے جا اُسے میرا سلام کہہ اور یہ بتلا کہ اُس تاجر نے مجھے طلاق دے دی تھی۔ یہ اُس کا لکھا ہوا کاغذ ہے، اور یہ مال اس کی اہلیہ کو واپس لوٹا دے کیونکہ میں اس تاجر کے ترکہ کی کسی چیز کی بھی حق دار نہیں ہوں[1]۔"

بقیہ: مجالس ذکر و دُرود شریف

اللہ تعالیٰ سرا اذ انه لو کان ذکرهم جهرًا لما کان لإخبارهم بذلك معنًى زائدًا اذ انه علیه الصلاة والسلام قد سمع ذلك منهم فکان جوابهم ان یقولوا جلسنا لما سمعته أو لما رأيته منا الی غیر ذلك من هذا المعنی لانهم یتحاشون ان یکون منهم الجواب لغیر فائدة۔

(المدخل، ص: ۸۷، ج:۱)

کھلی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر سرًّا کر رہے تھے کیونکہ اگر اُن کا ذکر جہری ہوتا اُن کے جواب سے کوئی زائد فائدہ تو حاصل نہ ہوتا کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے تو ان سے ذکر کو سُن ہی لیا ہوتا۔ لہٰذا اُن کا جواب یہ ہوتا کہ جو آپ نے ہم سے سُنا یا آپ نے ہم سے دیکھا ہم اُسی کے لیے بیٹھے تھے۔ کیونکہ وہ حضرات اس بات سے اعراض کرتے تھے کہ ان کا جواب بے فائدہ ہو۔

---

[1] صفة الصفوة ج ۲ ص ۲۹۹

ڈاکٹر عبدالواحد صاحب حفظہ اللہ کا مضمون بعنوان "مجالس ذکر و دُرود شریف کی شرعی حیثیت" جس کی پہلی قسط جولائی کے شمارہ میں شائع ہوئی، دوسری قسط ذیل میں شائع کی جارہی ہے۔ ادارہ اس مضمون میں درج آراء سے متفق نہیں ہے۔ رشید میاں غفرلہ ۹۵-۸-۲۷

مجالس ذکر و دُرود شریف

کی

شرعی حیثیت

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُالواحِد

فصل پنجم : اجتماعی صُورت میں ذکر کے بدعت ہونے کی تائید

اجتماعی صُورت میں ذکر کرنا خواہ جہری ہو یا سرّی ہو بدعت ہے اس کی تائید علامہ ابن الحاجؒ کی اس بات سے بھی ہوتی ہے فرماتے ہیں۔

فالذی ینبغی للعالم الیوم بل	اُس زمانہ میں عالم کے لیے جو مناسب ہے
یجب علیہ ان لا ینظر الی	بلکہ اس پر جو واجب ہے وہ یہ ہے کہ وہ
العوائد التی اصطلحنا علیھا ولا	ان رسوم کی طرف نظر نہ کرے جو ہم میں
یکون سلفنا مضوا علیھا اذ قد یکون	رواج پاگئی ہیں یا ہم سے پہلے لوگوں کا ان پر
فی بعضھا غفلۃ أو غلط أو سھو	عمل رہا ہے کیونکہ یہ بعض باتیں غفلت یا
ولکن ینظر الی القرون المتقدم	غلطی یا سہو کی وجہ سے قائم ہو جاتی ہیں بلکہ
ذکرھا۔ فان فعل ھو منھا شیئا	قرون (اُولی) کی طرف نظر رکھے اور اگر ان

مما يراه مصلحة في وقته فينبغي
له او يجب عليه ان يبين ذلك
ويعترف بين الناس انه محدث
ويبين السبب الذي لاجله فعل
ذلك - قد كان سيدي ابو محمّد
المرجانيؒ ياخذ هذه الاحزاب و يقرأها
جماعة ويذكرها جماعة بعد
الصبح والعصر ولم يزل على
ذلك دابهؒ الى موته وكان رحمه الله
يخبر ان ذلك بدعة وانما فعله
لضرورة وهي ان الهمم قد قلت
وقل فقير ان يصلي الصبح او
العصر ثم يقوم يذكر الله تعالیٰ
ويقرأ في هذين الوقتين المشهودين
الا انهم يقومون من مصلاهم
اما للنوم ان كان في الصبح أو
للتحدث فيما لا يعني ان كان في
العصر ان سلموا من الغيبة والنميمة
فلما ان تحققوا وقوع هذا المحذور
ودعوه هذا المكروه لان ارتكاب
المكروهات اولى بل اوجب من
ارتكاب المحذورات هكذا يجب
ان تكون المحافظة على السنن

رسوم میں سے کسی کو مصلحت وقت کی بناء پر
کرے تو اس پر واجب ہے کہ اس کو تفصیل
سے بیان کر دے اور لوگوں کے سامنے اعتراف
کر لے کہ یہ بدعت ہے اور جس سبب سے
اس کا ارتکاب کر رہا ہے اس کو بھی بیان کر
دے۔ سیّدی ابو محمّد مرجانی رحمہ اللہ ان احزاب و
اوراد کا جماعتی صورت میں فجر اور عصر کے بعد
ذکر کرتے تھے اور آپ کا یہ طریقہ آپ کی موت
تک جاری رہا۔ لیکن آپ متعلقین کو بتا دیتے
تھے کہ یہ بدعت ہے اور وہ اس کو محض ضرورت
کی بناء پر کر رہے ہیں اور وہ ضرورت یہ
ہے کہ ہمتیں کم ہو گئی ہیں اور کم ہی فقیر (صوفی)
ایسے ہیں جو فجر یا عصر پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر
اور قراءت میں ان دو مشہود وقتوں میں مشغول
ہوں۔ عام طور سے فجر کی نماز کے بعد مصلی
سے سونے کے لیے اُٹھتے ہیں اور عصر کے
بعد لایعنی باتوں کے لیے اُٹھتے ہیں۔ یہ بھی
اس صورت میں ہے جبکہ اُن کی باتیں چغل خوری
اور غیبت سے خالی ہوں۔ جب اُن کو اس
حرام میں مبتلا ہونے کا تحقق ہوا تو حرام کو
اس مکروہ کے بدلے میں چھوڑا کیونکہ مکروہات
کا ارتکاب حرام کے ارتکاب سے بچنے
کے لیے اولیٰ بلکہ واجب ہے اسی طرح

وحفظها فينبه الناس عليها و يعلمهم بالعوائد المتخذة انها ليست منها و يخبرهم بالضرورات التى كانت سببا لفعلها ولاجل الغفلة عن هذا التنبه وقع ما وقع من الادعاء بها بانها سنة السلف والخلف لان الغالب على الناس تحسين ظنهم بمشايخهم وعلمائهم و انهم لا يخالفون و انهم على سبيل الاتباع و ترك الابتداع ـ الا ترى انهم قالوا من لم يرخطأ شيخه صوابا لم ينتفع به فيحمل لاجل هذا مايصدر منهم على انه سنة مامور بها	سُنّتوں کی محافظت اور حفاظت ضروری ہے لہٰذا لوگوں کو ان باتوں پر تنبیہ کرے اور ان کو بتائے کہ اختیار کردہ رسوم سُنّت نہیں ہیں اور ان کو بتائے کہ کس وجہ سے ان کو اختیار کیا ہے ۔ اسی تنبیہ و تنبّہ سے غفلت کی بناء پر یہ دعوے وجود میں آئے کہ یہ رسوم سلف و خلف کی سُنّت ہے کیونکہ لوگوں پر اپنے مشائخ و علماء کے بارے میں حسن ظن غالب ہوتا ہے کہ وہ سُنّت کی مخالفت نہیں کرتے اور وہ اتباع سُنّت اور ترک بدعت کے طریقے پر ہیں کیا دیکھتے نہیں ہو کہ یہاں تک کہا ہے کہ جو اپنے شیخ کی خطا کو درستگی نہ سمجھے ۔ اسے نفع حاصل نہیں ہوتا ۔ اسی وجہ سے لوگ اپنے مشائخ کی ہر بات کو مامور اور سُنّت سمجھتے ہیں ۔
(المدخل، ص: ۹۳ ، ج۱)	

دیکھیے علّامہ ابن الحاج رحمہ اللہ کس طرح ابو محمدؒ المرجانی رحمہ اللہ کا یہ قول بلا نکیر نقل کرتے ہیں کہ اجتماعی صُورت میں ذکر اور اوراد کی قرأت بدعت اور مکروہ ہے ۔

اس عبارت پر ہم دو تنبیہیں ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں ۔

تنبیہ نمبر ۱ : سُنّت و بدعت کے تقابل کے وقت سُنّت سے مُراد وہ ہے جس کے لیے شرع میں کوئی دلیل ہو بدعت سے مُراد وہ ہے جس کے لیے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو ۔

جاننا چاہیے کہ بدعت کے مقابلہ میں جب سُنّت کو بولا جاتا ہے تو اس سے مُراد ہوتی ہے وہ چیز جس کے لیے شرع میں کوئی دلیل ہو ۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"... بلکہ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ جو شئی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سُنّت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے اَب سُنو کہ وجود شرعی اصطلاح اُصول فقہ میں اس کو کہتے ہیں جو بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اس شئے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحتًا ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً۔ پس جب کسی نوعِ ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا تو وہ شئے وجودِ شرعی میں آگئی۔ اگرچہ اس کی جنس ابھی خارج میں نہ آئی ہو... اور یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن و حدیث سے ہی ہوتا ہے اور قیاس مُظہِرِ حکم کا ہے مُثبِت حکم کا نہیں ہوتا۔ پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب و سُنّت ہی سے ثابت ہوتا ہے"۔

(براہین قاطعہ، ص: ۳۲)

نیز فرماتے ہیں

"اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہُوا یا نہ ہُوا وہ سب بدعتِ ضلالہ ہے"۔　　(براہین قاطعہ، ص: ۳۲)

جَب یہ بات واضح ہوگئی کہ اجتماعی صُورت میں ذکر خواہ سرّی ہو یا جہری ہو اصل اعتبار سے بدعت ومکروہ ہے اور اس کے جواز کے لیے شریعت میں کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے عدم جواز پر نص موجود ہے تو اس سے بعض حضرات کا یہ توہم دُور ہو جانا چاہیے کہ ہم یہ مجالس فرض و واجب یا سُنّت سمجھ کر نہیں کرتے کیونکہ عوام سُنّت کو سُنّتِ فقہی سمجھتے ہیں اور اس کے متبادل مستحب یا مباح تو ضرور خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ مستحب و مباح تو وہ ہوتا ہے جس کے جواز پر شرعی دلیل موجود ہو اور یہ بھی بڑے محتاط قسم کے لوگوں کا معاملہ ہو سکتا ہے ورنہ تو جیسا کہ علاّمہ ابن الحاج رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے عوام اس کو سُنّت ہی اعتقاد کرتے ہیں بایں معنی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت ہے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے تو اس میں کتنا بڑا مفسدہ ہے کہ ایک امرِ مکروہ اور بدعت کو سُنّت اعتقاد کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ کسی مباح یا سُنّتِ زائدہ کو سُنّتِ مقصودہ اعتقاد کرنا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس مباح اور سُنّتِ زائدہ کو علی الوجوب ترک کر دیا جائے تو مکروہ و بدعت میں ایسا اعتقاد تو بطریقِ اولیٰ ترک کا موجب ہوگا۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔

"اگر کسی مامور بہ میں کوئی مفسدہ ہو تو وہاں مفسدہ کی اصلاح کر دی جاتی ہے ۔ مگر مباح میں جب صلاح دشوار ہو نفسِ فعل کو ترک کر دینا لازم ہوتا ہے بلکہ مباح تو کیا چیز ہے اگر سُنّتِ زائدہ میں ایسے مفاسد کا احتمال قوی ہو اس کا ترک مطلوب ہو جاتا ہے ۔ یہ سب قواعد کُتبِ شرعیہ اُصولیہ و فرعیہ میں موجود مذکور ہیں . . . البتّہ یہ شبہہ شاید ہو سکے کہ جس کو غلو ہو اُس کو روکنا چاہیے اور محتاط خوش عقیدے کو کیوں روکا جائے تو اُس کا جواب اُوپر کی تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ جس طرح ضررِ لازم سے بچنا واجب ہے اسی طرح ضررِ متعدی سے بھی ۔ جس حالت میں کسی شخص نے گو احتیاط کے ساتھ یہ عمل کیا مگر دوسرے دیکھنے والے اس سے سند پکڑ کر بے احتیاطی کرتے رہے تو ضرر متعدی ظاہر ہے ۔

اب اس قاعدے و حکم کی تائید کے لیے ایک آدھ نظیر پیش کرتا ہوں ۔

کسی نعمتِ جدیدہ کی خبر سُن کر سجدہ شُکر کرنا حدیث صحیح سے ثابت ہے اور پھر بھی ہمارے امام ہمام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں ، چنانچہ کُتبِ فقہ میں مذکور ہے اس کی وجہ بقول علّامہ شامی صرف یہی ہے کہ اس میں احتمال ہے کہ عوام اس کو سُنّت مقصودہ نہ سمجھ جاویں ۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ عوام کے غلط اعتقادی کے احتمال پر خواص کے لیے بھی وہ فعل مکروہ قرار دیا گیا ، حالانکہ جواز اس کا نص سے ثابت ہے اور مسنون ہونا بھی اس کا مسلّم ہے مگر سُنّت زائدہ ہے ۔ سُنّت مقصودہ نہیں ۔ جب عقیدے میں اتنے فرق سے حُکم کراہت کا کر دیا جاتا ہے ۔

دوسری نظیر یہ ہے کہ درمیان اذان و اقامت مغرب کے درمیان دو رکعت نفل پڑھنا حدیث سے ثابت اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو مکروہ فرماتے ہیں ۔ اس کی وجہ بھی یہی احتمال اعتقاد سُنّت مقصودہ ہے ۔ اس احتمال کا موجب کراہت ہونا خود حدیث سے ثابت ہے ، چنانچہ اسی حدیث تَنَفُّلُ بین الاذان والاقامة میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تیسری بار میں ارشاد فرمایا لِمَنْ شَاءَ اس کی وجہ راوی فرماتے ہیں ۔ کراهةً ان یتخذها الناس سنةً

تیسری نظیر یہ ہے کہ صلوٰۃ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا احادیث سے ثابت اور امام ابو حنیفہؒ اس کو منع فرماتے ہیں۔ یہاں بھی یہی وجہ ہے کہ نماز جنازہ اصل میں دعا ہے اور حضورؐ سے فاتحہ جو ثابت ہے وہ بطریق دعا ہے سو اگر کوئی علی وجہ التلاوت پڑھے مکروہ ہے صرف اتنا تفاوت ہے کہ جو چیز علی وجہ الدعا پڑھی جاوے اس کو علی وجہ التلاوت کسی نے پڑھ دیا تو کراہت آجاتی ہے۔ پھر صرف اسی شخص کو منع نہیں کیا بلکہ مطلقاً منع کر دیا تاکہ یہ عادت شائع نہ ہو۔

اور بھی بے شمار اس کے نظائر فقہیہ موجود ہیں۔ ان سب نظائر سے یہ امر کالشمس فی نصف النہار واضح ہوگیا کہ جس طرح اپنے عقیدہ و دین کی حفاظت ضروری ہے عوام کے عقیدہ و دین کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اب ممکن ہے کہ بعض کرنے والے احتیاط کرلیں، مگر عوام جو اُن کے معتقد و مقلد ہیں اُن کو نہ ان خرابیوں پر نظر ہے نہ ان سے بچنے کی احتیاط نہ ان کو یہ خبر ہے کہ ہمارے بزرگوں کے اور ہمارے عمل میں کیا فرق ہے صرف اُنھوں نے یہ دیکھ لیا کہ ہمارے فلاں بزرگ یہ عمل کرتے ہیں پس خود بھی جس طرح چاہا کرنے لگے۔

(مواعظ میلاد النبی، ص: ۲۴۳، ۲۴۴)

خیال رہے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے یہ ساری تفصیل مباح و مستحب کاموں کے بارے میں ذکر کی ہے، مکروہ و بدعت کے بارے میں نہیں۔ ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ جیسے لوگوں نے تو یہ جرأت کی کہ اپنے متعلقین کو بتادیا کہ ہم مکروہ و بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اُن کے سامنے ہمارے جیسے دَدر کی بے احتیاطی و بدعقیدگی نہیں ہوگی۔ آج کل تو عام طور پر بہت سے حضرات کو اس کا شعور و ادراک نہیں ہوتا کہ خاص اس کام کی شرعی حیثیت اصل میں کیا ہے تو وہ اپنے متعلقین کو کیا بتائیں گے اور اس کی جرأت کس میں ہوگی کہ کہے کہ ہم کو ضرورت ہی کی خاطر ایک مکروہ و بدعت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ اور ویسے تو اصل سے ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ کا مسلک ہی کمزور و ضعیف ہے جیسا کہ اگلی تنبیہ میں ہم بیان کر رہے ہیں۔

تنبیہ نمبر۲: <u>بعض حضرات کا مسلک کہ محرمات سے بچنے کے لیے یا دیگر اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے مکروہات کا ارتکاب جائز ہے۔</u>

اگرچہ بعض حضرات وقتی ضرورت اور مصلحت کی بناء پر محرمات سے بچنے کے لیے مکروہات کے ارتکاب کو اس کی شرائط کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ علامہ رحمہ اللہ کی عبارت سے ابو محمد المرجانی رحمہ اللہ کا طرزِ عمل سامنے آیا، لیکن سلسلہ سیّد احمد شہید رحمہ اللہ اور اکابر دیو بند رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک اس سے مختلف ہے۔

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی مکاتبت میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے یہ لکھ کر کہ

"۔ ۔ ۔ اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے اُمّید تسامح ہے۔ ۔ ۔ بہر حال میرے خیال میں یہ اُمور خلافِ اولیٰ ضرور ہیں مگر مصالح دینیہ ان کے فعل میں گنجائش نظر آتی ہے۔ ۔ ۔"

ابو محمّد المرجانی رحمہ اللہ جیسے حضرات کے طرزِ عمل کو اختیار کیا۔ اس کے جواب میں مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے صاف فرمایا۔

"فی الحقیقت جو امرِ خیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے۔"

اسی بناء پر گنگوہ تھانہ بھون اور رائے پور جو کہ اکابر دیوبند کی خانقاہیں تھیں، ان میں اجتماعی صُورت میں ذکر یا وقتی مصلحت و ضرورت کی بناء پر کسی مکروہ و بدعت کو اختیار نہیں کیا گیا اور ہمارے اکابر کا مسلک ہی اسلم و احوط ہے جس پر تجربہ و مشاہدہ کافی وشافی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں اسی میں سُنّت پر پُورا عمل اور بدعت سے کلی طور پر اجتناب ہے۔

ایک اشکال اور اس کا حل

ان مذکورہ تنبیہات سے بعض حضرات کے اس اشکال یا استدلال کا جواب بھی بخوبی معلوم ہوگیا کہ بعض خانقاہوں میں اجتماعی طور پر ذکر اور درود شریف کی مجالس ہوتی تھیں۔ ہم ان حضرات کے بارے میں سوءِ ظن نہیں رکھتے لیکن ہمارے سامنے جو دلائل ہیں اور حضرت سیّد احمد شہید اور اکابر دیوبند کا جو مسلک و مذہب ہے اس کی روشنی میں، ہم اُن کے طرزِ عمل کو مرجوح یا مؤوّل خیال کرتے ہیں۔

دوسرا اشکال اور اس کا حل

بعض حضرات کا خیال ہے کہ مندرجہ ذیل حدیثوں سے خارجِ مسجد اجتماعی صُورت میں ذکر کے جواز پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

① اخرج الحاکم عن شداد بن اوس قال انا لعند النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اذ قال افعلوا ایدیکم فقولوا لا الہ الا اللہ ففعلنا فقال اللّٰھم انّک بعثتنی بھذہ الکلمۃ وامرتنی بھا ووعدتنی علیھا الجنۃ انّک لا تخلف المیعاد ثم قال ابشروا فان اللہ قد غفر لکم (الحاوی للفتاوی، ج:۱)	شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس تھے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم اپنے ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ اور لا الہ الا اللہ کہو۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اے اللہ آپ نے مجھے اس کلمہ کے ساتھ مبعوث فرمایا اور مجھے اسکا حکم فرمایا اور اس پر مجھ سے جنّت کا وعدہ فرمایا بلاشبہ آپ وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔ پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا خوشخبری حاصل کرو کیونکہ اللہ نے تمہیں بخش دیا ہے

حل ہم کہتے ہیں کہ حدیث کی دعوے پر دلالت مخدوش ہے کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معلّم ہونا مسلم ہے اور قوی احتمال ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایسا بھی کسی ضرورت سے تعلیماً کرایا ہو جس کے جواز کے ہم قائل ہیں اور تعلیماً ہونے پر یہ قرینہ بھی موجود ہے کہ یہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معمول مستمر نہیں تھا۔

② اخرج الامام احمد فی الزھد عن ثابت قال کان سلمان فی عصابۃ یذکرون اللہ فمر النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فکفوا فقال ماکنتم تقولون قلنا نذکراللہ اللہ قال انی رایت الرحمۃ تنزل علیکم فاحببت ان اشارککم فیھا ثم قال الحمد للہ الذی جعل	حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور سب لوگ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم وہاں سے گزرے تو یہ لوگ خاموش ہوگئے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پُوچھا تم لوگ کیا کر رہے تھے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں نے رحمت تم پر نازل ہوتے دیکھی تو میں نے چاہا کہ اس میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاؤں پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ

فی امتی من امرت ان اصبر نفسی معھم — کے لیے ہیں جس نے میری اُمّت میں ایسے لوگ بنائے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اپنے آپ کو اُن کے ساتھ روکوں۔ (ایضاً)

اس روایت میں نہ تو اس بات پر کوئی دلالت موجود ہے کہ وہ اجتماع تداعی کے ساتھ ہُوا تھا اور نہ ہی اس بات پر کوئی دلالت موجود ہے کہ شرکائے مجلس نے ایک ہی کلمہ کا ذکر کرنے کا التزام کیا تھا اور جس مجلسِ ذکر میں یہ دونوں باتیں مفقود ہوں اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی مدعا پر دلیل نہیں بن سکتی۔

تنبیہ نمبر ۳ : اجتماعی صُورت میں ذکر کی مجالس کا معمولات مشائخ میں سے ہونا۔

حضرت مولانا مفتی سیّد عبدالشکور ترمذی مدظلہ العالی کے فتوٰی کی فوٹو سٹیٹ نقل ہمیں ہمیں ایک واسطے سے ملی۔ یہ فتوٰی بعینہٖ یُوں ہے۔

" احقر کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ مشائخ عظام کے یہاں یہ مجالس ذکر بطور علاج کے ہوتی ہیں اور ان کی تربیت کا یہ حصّہ ہیں اسی لیے کسی جگہ یہ ہوتی ہیں کسی جگہ نہیں ہوتیں کیونکہ تربیت کے مختلف طریقے ہیں۔ ایک ہی طریقہ سب کے لیے نہیں ہوتا اس لیے جن مشائخ کے یہاں یہ معمول ہو اُن کو اس پر عمل کرنا علاج سمجھ کر مفید ہوگا۔ دوسری جگہ از خود اس طرح نہ کیا جائے یہ معمولات مشائخ میں سے ہیں اُن کو سُنّت نہ سمجھا جائے۔

سُنّت سمجھ کر اجتماعی ذکر کی مجالس منعقد کرنا اور اُن کے لیے تداعی قرآن و سُنّت کی روشنی میں مکروہ ہے۔ فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔ (فتوٰی جاری کردہ ۲۲ر صفر ۱۴۱۵ھ)

اس کے بارے میں ہم کچھ وضاحتیں کرنا چاہتے ہیں۔

اوّل تو حضرت مدظلہ العالی نے بھی مشائخ کے یہاں کی مجالس ذکر کے مسنون ہونے کی نفی کی جس کا مطلب مذکور قاعدے کے مطابق یہ ہے کہ اس کے جواز کی شرع میں کوئی دلیل نہیں ہے ورنہ کم از کم یہ ہے کہ یہ نہ تو نبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم سے منقول اور نہ ہی صحابہ رضی اللّٰہ عنہم سے نقل شدہ۔ اس سے واضح طور سے معلوم ہُوا کہ احادیث میں ذکر کے جن حلقوں اور مجالس کا ذکر ہے۔ وہ معمولات مشائخ کی مجالس سے مختلف تھیں اور اُن کے مابین فرق اسی میں ہے کہ صحابہ رضی اللّٰہ عنہم کے دَور میں

اجتماعی صُورت میں ذکر نہیں تھا اور جنہوں نے کہا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان پر فوری اور سخت نکیر کی۔

دوسرے حضرت مدظلہ نے ان کے لیے تداعی کو بھی مکروہ کہا اور یہی ہم بھی ثابت کر آئے ہیں۔

تیسری بات جس سے حضرت مدظلہ العالی نے اپنے فتوی میں زیادہ تعرض نہیں کیا وہ مجالس ذکر کا معمولات مشائخ میں سے ہونا ہے۔ اس نقطہ کو ہم قدرے تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ بغور ملاحظہ کریں کہ اشغال مشائخ کی قیود و تخصیصات جو کچھ ہیں وہ اصل سے بدعت ہی نہیں ... تحصیل نسبت اور توجہ الی اللہ مامور من اللہ تعالیٰ ہے اگرچہ یہ کلی مشکک ہے کہ ادنیٰ اس کا فرض اور اعلیٰ اس کا مندوب اور صدہا آیات و احادیث سے مامور ہونا اس کا ثابت ہے۔

پس جس چیز کا مامور بہ ہونا اس درجہ کو ثابت ہے، اس کی تحصیل کے واسطے جو طریقہ مشخص کیا جاوے گا۔ وہ بھی مامور بہ ہوگا اور ہر زمانہ و ہر وقت میں بعض مؤکد ہو جاویگا اور بعض غیر مؤکد۔ لہٰذا ایک زمانہ میں صوم وصلوٰۃ و قرآن و اذکار مذکورۂ احادیث اس مامور بہ کی تحصیل کے واسطے کافی و وافی تھے۔ اس زمانہ میں یہ اشغال بایں قیود اگرچہ جائز تھے مگر اُن کی حاجت نہ تھی۔ بعد چند طبقات کے جو رنگ نسبت کا دوسری طرح پر بدلا اور طبائع اس اہل طبقہ کے سبب بعد زمانہ خیریت نشان کے دوسرے ڈھنگ پر آگیئں تو یہ اوراد اس زمانہ کے اگرچہ تحصیل مقصود کر سکتے تھے مگر بدقت و دُشواری۔ لہٰذا طبیبانِ باطن نے کچھ اس میں قیود بڑھائیں اور کمی و زیادتی اذکار کی کی۔ گویا کہ حصول مقصود ان قیود پر موقوف ہو گیا تھا ...

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے بڑی صراحت سے یہ بات فرمائی ہے کہ مشائخ کی قیودات اور ان کے اشغالُ معمولات اصل سے بدعت نہیں اور جائز ہیں۔ بالفاظ دیگر ہم یُوں کہہ سکتے ہیں کہ مشائخ اپنے لیے صرف ان چیزوں کو معمولات بنا سکتے ہیں جو اصل سے بدعت نہ ہوں اور جو جائز ہوں۔

ایک طرف تو یہ مذکورہ بالا قاعدہ ہمیں حاصل ہُوا اور دوسری طرف ہم یہ جان چکے ہیں کہ اجتماعی ذکر اصل ہی سے بدعت اور ناجائز ہے۔ لہٰذا قاعدے کی رو سے اجتماعی ذکر کو معمول بنانا اور اس کو علاج کے لیے عمل میں لانا جائز نہیں۔

البتہ اگر شیخ ضرورت کی وجہ سے یُوں کریں کہ جن کو ضرورت ہو اُن کو خانقاہ میں بلالیں یا خانقاہ نہ ہو تو کسی اور جگہ میں مثلاً مسجد میں ان کو ٹھہرنے کو کہیں اور ہر ایک کو ضرورت کا ذکر اس کا طریقہ بتادیں کہ

کہ ہر شخص اجتماعی صورت اختیار کیے بغیر اپنا اپنا ذکر کرے۔ اس طرح مجلس ذکر بھی حاصل ہو جائے گی اور علاج بھی میسر ہو جائے گا، لیکن اس مجلس ذکر سے سُنّت کی نفی صحیح نہیں ہوگی بلکہ یہ تو بعینہٖ ویسی ہی مجلس ذکر ہوگی جیسا کہ دَورِ صحابہ میں پائی جاتی تھی۔

اور اگر ہم ان لوگوں کی بات کو بھی لے لیں جو ضرورت کے لیے مکروہ کے ارتکاب کو جائز قرار دیتے ہیں تو جاننا چاہیے کہ جو ضرورت کی وجہ سے ہو وہ بقدر ضرورت ہوتا ہے لہٰذا اوّل تو مشائخ کو یہ دیکھنا ہوگا کہ متعلقین میں سے کس کو اجتماعی ذکر کی ضرورت ہے اور کس کو نہیں۔ پھر جن کو ہے اُن کے لیے کتنے اجتماع کی ضرورت ہے۔ ایک شخص کے ساتھ ایک اور کا اجتماع کافی ہے یا دو کا یا زیادہ کا۔ لہٰذا فقط جس کو ضرورت اور جتنے اجتماع کی ضرورت ہو اس کے لیے اجتماع مہیّا کیا جائے۔ اس سے زیادہ کا اہتمام یا عمومی اجتماعی ذکر کرنا اور کرانا تو ان حضرات کے نزدیک بھی جائز نہیں ہوگا۔

خیر الفتاوی ص ۶۰۸ ج ۲ میں حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار کسی ہیئت خاصہ کی بناء پر تھا نفس اجتماعی ذکر پر نہ تھا اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین قصداً آواز ملا کر ذکر کرنے کا التزام کریں یا ایک کہلائے باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دُہرائے جیسے بچّوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔ اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محل کلام ہیں اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں کسی دوسرے کے ذکر کی طرف قطعًا متوجہ نہ ہوں۔ وقت و محل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے، لیکن نفس ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے۔ یہ دُرست ہے پس ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار پہلی دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔" ص ۶۰۸

اجتماعی صورت میں ذکر جہری کو حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے بھی صحیح تسلیم نہیں کیا، البتہ اس فتوٰی میں اجتماعی صورت میں ذکر سری سے تعرض ہی نہیں کیا گیا اور اس کے عدم جواز کا حکم ہمیں خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے ملا جیسا کہ سنن دارمی کی روایت سے معلوم ہُوا۔

گزشتہ فصلوں کا حاصل کلام

مندرجہ ذیل نکات

① مجلس ذکر کے لیے تداعی جائز نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

② اجتماعی صورت میں یعنی جبکہ ذاکرین یہ التزام کریں کہ سب ایک ہی ذکر کریں ذکر خواہ سرّی ہو یا جہری ہو، بدعت و مکروہ ہے۔ چاہے مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں اور اگرچہ اجتماع بغیر تداعی کے ہُوا ہو۔

③ تعلیم کی غرض سے اجتماعی صورت میں ذکر کرانے کو بقدر ضرورت اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن اس کو معمولات مشائخ میں داخل کرنا صحیح نہیں کیونکہ مشائخ کے معمولات میں فقط وہ چیزیں داخل ہو سکتی ہیں جو اصل سے جائز ہوں اور بدعت نہ ہوں۔

④ وہ مجالس ذکر جو تداعی سے بھی خالی ہوں اور جن میں کسی ایک خاص ذکر کرنے کا التزام بھی نہ کیا گیا ہو پھر خواہ شرکاء مجلس کا ذکر علیحدہ علیحدہ ہو یا اتّفاقیہ ایک ہی ہو، ایسی مجالسِ ذکر جائز ہیں اور احادیث میں جن مجالس ذکر کا تذکرہ ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے اُن کی یہی صورت تھی۔
اجتماع کے تمام فوائد بغیر کسی مفسدہ وخرابی کے اندیشہ کے اسی قسم کی مجالس میں حاصل ہو سکتے ہیں۔
نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی اسی قسم کی مجلس میں بیٹھنے کا حُکم ہُوا۔ ہر صاحب فہم سمجھ سکتا ہے کہ اس کا تداعی سے کچھ واسطہ نہیں۔
مولانا زکریا رحمہ اللہ فضائل ذکر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدۂ تامّہ ہے کہ غیر مہذّب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اس کی قوّت میں انکسار پیدا ہوگا۔ (فضائل ذکر ص: ۵۳)

⑤ رقیہ و علاج اور دفع مصائب کے لیے اجتماعی ذکر اور قرآن خوانی اور ختم خواجگان وختم بخاری شریف جائز ہیں۔ کیونکہ یہ عبادت اور ثواب کے طور پر نہیں ہوتے۔ البتہ عوام میں ایک عام معمول کے طور پر ان کو رواج دینے کی تحریک کرنا صحیح نہیں۔

فصل ششم: بعض مروّجہ مجالسِ ذکر اور اُن کے احکام

① ایک شخص نے حضرت حسنؒ سے پُوچھا کہ اے ابوسعید تم ہماری اس مجلس کو کیسا سمجھتے ہو کہ ہم اہلِ سُنّت

والجماعت کے چند آدمی جو کسی پر طعن نہیں کرتے ایک گھر میں جمع ہو جاتے ہیں - آج ایک شخص کے گھر میں کل دوسرے کے گھر میں اور جمع ہو کر قرآن خوانی کرتے ہیں اور اپنے لیے اور عام مسلمین کے لیے دُعا کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسنؒ نے اس کو نہایت شدّت سے منع کیا۔ ایسے ہی ابن عباسؓ اور طلحہ رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔　　(امداد المفتیین، ص ۲۰۹)

مجلس درود شریف

یہ بھی جب تداعی کے ساتھ ہو اور اجتماعی صُورت پر مشتمل ہو تو بدعت و مکروہ ہے۔

بعض حضرات نے درود شریف کے لیے ایک صُورت یہ اختیار کی ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں جب عصر کے فرضوں سے امام سلام پھیرتا ہے تو امام سمیت تمام یا اکثر (یا بعض) مقتدی فرضوں کے بعد کے اوراد و تسبیحات کے ساتھ (دُعا سے پہلے ہی) اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھتے ہیں اللّٰھم صلّ علی محمّدِ النّبی الامی وعلی آلہ وسلّم تسلیما اس سے فراغت کے بعد دُعا ہوتی ہے۔

یہ طریقہ بھی واجب الترک ہے۔ کیونکہ اس میں زیادت فی الدّین ہے۔ فرائض کے بعد جو اوراد و ... شریعت نے بتائے ہیں ان میں دُرود شریف کا یہ وظیفہ شامل نہیں ہے۔ مسائل اور اوراد و ... کی کتابیں اس پر گواہ ہیں۔ ایک ایسے وظیفہ کو جو عصر کی نماز سے بالکلیہ یعنی دُعا سے بھی فارغ ... انفرادی اور غیر اجتماعی صُورت میں کرنے کا ہے اس کو نماز کے ملحقات میں سے کر دیا اور اسے ... صُورت بھی دے دی۔ یہ بھی قبیح بدعت ہے۔

مکان و دکان کے افتتاح کے لیے اجتماعی قرآن خوانی۔

مفاسد مذکورہ یعنی تداعی، اجتماعی صُورت میں ذکر، سبب داعی قدیم ہونے کے باوجود خیر القرون ... وجود نہ ہونے کے سبب سے یہ طریقہ صحیح نہیں، البتہ برکت کے لیے اجتماع کے اہتمام کے ... قرآن خوانی مفید ہے۔

ایک سوال کہ طریق شاذلیہ میں ذکر جلی بافراط لوگوں کو لے کر کھڑے ہو کر کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ کے جواب میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"پس بعد ثبوت مشروعیت جہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ

اطلاقِ ادلّہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صُورت سے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہر طور سے جائز ہے۔ (امداد الفتاوی ص ۱۵۴/۵)

اس سے کسی کو شُبہہ ہو کہ اجتماعی صُورت میں ذکر کا جواز ملتا ہے۔ اس شُبہہ کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو یہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے اوائل دَور کا فتوٰی ہے۔ یعنی ۱۳۰۴ھ کا جو کہ مولانا گنگوہی رحمہ اللہ سے مکاتبت سے بھی پہلے کا دَور ہے۔ دوسرے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قصّہ سے معلوم ہو چُکا کہ اجتماعی صُورت میں ذکرِ جہری بھی بدعت و مکروہ ہے لہٰذا ادلّہ مطلق کہاں رہے بلکہ مقید ہوئے۔

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ العالی اپنی کتاب راہ سُنّت میں فرماتے ہیں۔

"سوال یہ ہے کہ کیا اجتماعی صُورت میں اور وہ بھی مسجد میں جہر سے ذکر کرنا اور اسی ہیئت کے ساتھ جہر سے درود شریف پڑھنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے یا وہ اس کو منع کرتے اور اس کو بدعت کہتے ہیں؟ آپ نے صحیح روایات سے یہ معلوم کر لیا کہ وہ ان دونوں کو بدعت اور اُن پر عمل کرنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں اور اُن کا وجود تک مسجد میں گوارا نہیں کرتے اور فوراً ان کو مسجد سے باہر نکال دیتے ہیں"

(راہ سُنّت، ص: ۱۲۹)

مولانا مدظلہ العالی کی یہ عبارت اس بات میں واضح ہے کہ اجتماعی صُورت میں ذکرِ جہری بدعت و مکروہ ہے۔

(۶) بعض مقامات پر جمعہ کے دن اذانِ جمعہ کے بعد مسجد میں جمع ہو کر اس طرح سورۂ کہف پڑھتے ہیں کہ ایک آدمی زور سے ایک رکوع پڑھتا ہے اور دوسرے سنتے ہیں اس طرح یکے بعد دیگرے زور سے پڑھتے ہیں جس سے نمازیوں اور وظیفہ خواہ حضرات کا حرج ہوتا ہے۔

اس بارے میں جواب یہ ہے کہ جمع ہو کر بلند آواز سے پڑھنے کی رسم غلط ہے۔ منفرق طور پر اس طرح پڑھیں کہ کسی کی نماز اور وظیفہ میں خلل نہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ علّامہ ابن الحاج رح کتاب المدخل میں تحریر فرماتے ہیں۔ واما اجتماعھم لذلك فبدعة كما تقدم واللہ تعالیٰ اعلم یعنی جمعہ کے دن سورہ کہف مسجد وغیرہ میں جمع ہو کر پڑھنے

سے منع کیا جائے کہ یہ بدعت ہے۔ صہ ۱۸ ج ۲ (فتاوٰی رحیمیہ، ص ۲۴۷، ج ۱)

(۷) بعض حضرات نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے کہ اپنے متعلقین کو جمع کرتے ہیں اور دیگر معمولات کے ساتھ یہ معمول بھی اختیار کیا ہے کہ ایک صاحب دُرود شریف کے مختلف صیغے کچھ آواز سے پڑھتے ہیں اور باقی حضرات خاموشی سے بیٹھ کر سُنتے ہیں۔

یہ طریقہ بھی صحیح نہیں۔ قرآن پاک کا سماع تو منقول اور ثابت ہے دیگر اذکار و درود کے سماع کو معمول بنانا منقول نہیں۔ خاموش بیٹھ کر سُننے کے بجائے دوسرے حضرات متفرق طور پر اپنے اپنے ذکر میں شغول رہیں تو دُرست اور سُنّت طریقے پر رہیں۔

(۸) الف : دفع مصائب کے لیے جو ختم پڑھا جاتا ہے وہ بطورِ علاج خواہ آیت کریمہ کا ختم ہو یا کلمہ طیّبہ یا آیۃ الکرسی کا . . . جب اس کی شان معالجہ کی ہے تو بدعت کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ طریقہ علاج ہے نہ کہ تعبدًا۔

ب : اسی طرح ختم بخاری شریف بھی (دفع مصائب) کے لیے طریقہ علاج ہے نہ کہ تعبدًا۔

قرأ کثیر من المشائخ والعلماء والثقات صحیح البخاری لحصول المرادات و کفایۃ المھمات وقضاء الحاجات ودفع البلیات وکشف الکربات وصحۃ الامراض وشفاء المریض عند المضائق والشدائد فحصل مرادھم و فازوا لمقاصدھم و وجدوہ کالتریاق مجربا وقد بلغ ھذا المعنی عند علماء الحدیث مرتبۃ الشھرۃ والاستفاضۃ	بہت سے مشائخ اور علماء اور ثقہ لوگوں نے صحیح بخاری کو قراءت کے حصول اور اہم کاموں میں کفایت اور حاجتوں کے پُورا ہونے اور مصائب کے دُور ہونے اور پریشانیوں کے دُور ہونے اور امراض کی صحّت اور بیماروں کی شفا کے لیے تنگی اور مصیبت میں کی ہے تو اُن کی مُراد حاصل ہُوئی اور اُن کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہُوئی اور اُنھوں نے اس عمل کو تریاق کی طرح مجرب پایا۔ اور یہ بات علمائے حدیث کے نزدیک شہرت و استفاضہ کے مرتبہ کو پہنچی ہوئی ہے۔

اھ مقدمۃ لامع صہ ۲۳ (فتاوٰی محمودیہ، ص: ۱۴۴، ج ۱۲)

اسی طرح دفع مصائب کے لیے اجتماعی طور پر قرآن پاک پڑھنے یا اکتالیس مرتبہ سورہ یٰسین پڑھنے یا سوا لاکھ مرتبہ آیت کریمہ پڑھنے کے بارے میں حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اس طرزِ عمل سے چونکہ مقصود رقیہ و علاج ہے نہ کہ ثواب و عبادت لہٰذا اس میں عدم ثبوت مضر نہیں۔" (احسن الفتاوٰی، ص ۳۶۰، ج ۱)

⑨ ایک صاحب عبدالرشید پانی پتی نام کے انھوں نے مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ کی طرف ایک استفتاء بھیجا جس میں یہ تحریر ہے۔

"عرض ہے کہ حضرت اقدس ------ صاحب مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے حکم فرمایا کہ اس وقت فتنوں کا دور ہے اکابرین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ جب کوئی مصیبت اور فتنہ سر اٹھاتے ہیں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا اور درود شریف کی کثرت کراتے ہیں، چنانچہ دلائل الخیرات، قصیدہ بردہ حصن حصین کی وجہ تالیف مشہور ہے تو حضرت نے فرمایا کہ درود شریف کی کثرت کرو، مساجد میں گھروں میں درود شریف کی مجالس کرو تاکہ اللہ پاک کی ناراضگی دور ہو۔ اسی وجہ سے ہم نے سکھر میں اپنی مسجد میں درود شریف کی مجلس شروع کی۔ جمعہ کا دن مقرر کیا تاکہ سب ساتھی آسانی سے شریک ہوسکیں اور طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کھجور کی گٹھلیوں پر درود شریف پڑھتے ہیں اس کے بعد دعا کرلیتے ہیں اس کا ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ بریلوی طبقہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہونے لگا اور ان کے بھی عقائد صحیح ہوگئے اس کے بعد ہم نے ایک اور مسجد میں بروز پیر بعد نماز عشاء درود شریف کی مجلس شروع کی . . . ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیں کبھی بھی ایسی چیز کا حکم نہیں دے سکتے جو بدعت ہو۔ ان مجالس کی وجہ سے ہمارے ساتھی ہزاروں مرتبہ درود شریف پڑھ لیتے ہیں۔"

ہم کہتے ہیں کہ اس میں چند باتیں خاص توجہ کی طلب گار ہیں۔

الف: اوپر کے فتاوٰی سے معلوم ہوا کہ دفع مصائب کے لیے جو وظائف پڑھے جاتے ہیں وہ عبادت و ثواب کی خاطر نہیں ہوتے بلکہ بطور رقیہ علاج ہوتے ہیں۔ اس استفتاء سے معلوم

ہُوا کہ جناب ـــــــ صاحب نے دُرود شریف کی مجالس بطور رقیہ و علاج کرنے کی ہدایت کی ہے لیکن مستفتی ذکر کرتے ہیں کہ ان مجالس کی وجہ سے ہمارے ساتھی ہزاروں مرتبہ درود شریف پڑھ لیتے ہیں اگر ان پڑھنے والوں کو یہ علم ہو کہ ان کا یہ پڑھنا ثواب و عبادت کے طور پر نہیں ہے بلکہ محض رقیہ و علاج کے طور پر ہے تو وہ "تشکراً" یہ کیوں ذکر کریں کہ ہمارے ساتھی ہزاروں مرتبہ درود شریف پڑھ لیتے ہیں۔

ب : نیز مبنٰی کچھ ہے اور بناء کچھ اور ہے۔ مبنٰی تو ہے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وسیلہ سے دعا اور دُرود شریف کی کثرت کرانا اور بناء جو قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ گھروں میں مساجد میں درود شریف کی مجالس کرو حالانکہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وسیلہ سے دُعا اور درود شریف کی کثرت کوئی مجالس پر موقوف نہیں ہے۔

ج : رقیہ و علاج کے طور پر مجالس کرنے کی عمومی تحریک پہلے مشائخ نے کبھی نہیں کی۔ خود اُنھوں نے ختم خواجگان کر لیا یا اور وظیفہ انفرادی یا اجتماعی کر لیا لیکن اپنے تمام متعلقین بلکہ عوام کو اس کی تلقین کرنا کہ وہ مجالس منعقد کریں ایسا پہلے کبھی نہیں ہُوا اور عوام مجالس کے بطور رقیہ اور بطور تعبد ہونے کے درمیان فرق نہ تو کر سکتے ہیں اور نہ ہی کر رہے ہیں اس طرح سے جناب ـــــــ صاحب نے مجالس دُرود شریف کا ایک سلسلہ شروع کرا دیا ہے جو صحیح عقیدہ والوں کو اہل بدعت کے قریب تر کر رہا ہے اس سے خبردار اور محتاط رہنے کی سخت ضرورت ہے۔

ایصالِ ثواب کے لیے اجتماعی ذکر یا قرآن خوانی

ایسے اجتماع کی دو بڑی قسمیں ہیں :

(الف) وہ اجتماع جو بعد دفن اہلِ میّت کے پاس ہو خواہ کہیں ہو اور جب بھی ہو بالاتفاق ناجائز اور مکروہ ہے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کنا نری الاجتماع الی اھل المیت	ہم (یعنی حضرات صحابہ کرام) میت کے گھر جمع
وصنعة الطعام من النیاحة	ہونے کو اور میّت کے گھر کھانا تیار کرنے کو
(ابن ماجہ ص : ۱۱۷ و مسند احمد)	نوحہ سمجھتے تھے۔

مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث میں اجتماع کو مطلق فرمایا ہے کوئی قید نہیں ہے کہ کس واسطے جمع ہونا تھا خواہ محض تعزیت مکررہ کے واسطے خواہ قرآن پڑھنے کو اور مطلق کو متقید کرنا بالرای حرام ہے اور طعام بھی مطلق ہے...

اس حدیث کو تمام فقہاء نے قبول فرمایا۔ دیکھو کہ حدیث جریر میں دو امر کا ذکر ہے اجتماع الی اہلِ میت اور صنعۃ الطعام جس سے معلوم ہوا کہ دونوں امر کو صحابہ شنیع جانتے تھے اور ہر ہر امر کو بدعت و معصیت فرماتے تھے نہ کہ مجموع من حیث المجموع کو مگر مجموعہ کی کراہت اس سے لازم ہے۔

(براہین قاطعہ، ص: ۱۰۴)

صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں۔

"عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ برسرگور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است۔"

بعینہٖ یہی بات شیخ عبد الحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمائی۔

"عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ برسرگور و نہ غیر آں و ایں مجموع بدعت است۔" (بحوالہ راہ سُنّت، ص: ۲۶۶)

مولانا سہارن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"پس اس کو ہی (یعنی جو حدیث جریر کے ذیل میں مذکور ہوا) سفر السعادۃ کہتا ہے کہ اجتماع عادت صحابہ کی نہ تھی ... جبکہ وہ قرون خیر و ثواب کے حریص اور نفع رسانی مسلم کی حیّا و میّتاً مشغوف اس کام کو بُرا جان کر ترک کریں تو کسی دوسرے کو کرنا اگر بدعت نہ ہوگا تو کیا ہووے گا۔"

(براہین قاطعہ، ص: ۱۰۶)

رہا اس بات کا بیان کہ اہلِ میّت کے پاس قرآن خوانی کے لیے اجتماع کی کراہت مطلق ہے جب بھی ہو تو مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"شرح منہاج (کی اس عبارت الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث و تقسیم الورد والعود واطعام الطعام فی الایام الخصوص کالثالث والخامس والتاسع والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ) میں تین چیز کا ذکر ہے۔ قبر پر تیسرے

دن جمع ہونا اور عود اور ورد کی تقسیم مطلقاً قبر پہ ہونا یا غیر قبر پہ کسی روز ہو اور کھانا کھلانا ایام مخصوصہ میں اور ہرسہ کو وہ بدعت کہتا ہے اور اصل یہ ہے کہ حدیث جریر میں اجتماع الی اہلِ میت کو منع فرمایا ہے اور اس میں کوئی تعیین یوم کی نہیں اور نہ تعیین قبر کی۔ پس مطلق جمع ہونا بدعت ہے اور قبر پہ ہر روز سوم جمع ہونا بھی فرد اس اجتماع کی ہے تو ہر چند مطلق اجتماع تو ممنوع ہے مگر ہر شخص اپنے ملک کی رسم کو منع کرتا ہے صراحتہً ۔ تو شارح منہاج کی بلاد میں اجتماع علی القبر یوم ثالث ہوتا تھا اس نے اس کی تصریح کی، حالانکہ یہ قید واقعی ہے نہ احترازی کیونکہ حدیث جریر میں عموماً سب کو منع لکھا ہے ... بہرحال اجتماع خواہ روز سوئم ہو یا پس و پیش قبر پر ہو(یا غیر قبر پہ) حدیث جریر سے ممنوع ہے" (براہینِ قاطعہ ص: ۱۲۹)

ایک اعتراض

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفنائے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھا، ہم بھی آپ کے ساتھ دیر تک وہی پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے اللہ اکبر پڑھا ہم بھی یہی پڑھتے رہے۔ پھر حضرت سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ان کو قبر نے دبا لیا تھا۔ اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے ان پر قبر ہر طرف سے فراخ ہوگئی۔

مذکورہ بالا قسم کے اجتماع کے لیے بعض لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن نہ سہی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے میّت کے واسطے مل کر ذکر اللہ ہی کر لیا۔ لہٰذا جواز کے واسطے ایک اشارہ عند الفقہاء کافی ہے۔

جواب :

مولانا سہارن پوری رحمہ اللہ نے اس اعتراض کا جو جواب دیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

(i) جس اجتماع کو مکروہ و بدعت کہا گیا ہے وہ وہ اجتماع ہے جو دفن کے بعد دوبارہ ختم و قرآن کے واسطے یا بغیر اس کے اہلِ میّت کے پاس ہو خواہ کہیں بھی ہو۔ جبکہ اس قصہ میں جو اجتماع مذکور ہے۔ وہ دفن میّت کے لیے تھا جو کہ فرض کفایہ ہے۔

(ii) اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ذکر جہری کیا۔ یہ نہ تو ایصالِ ثواب کے لیے تھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایصالِ ثواب کی دعا فرمائی۔

مولانا رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں۔

"سفر السعادۃ قصداً ختم میت کے واسطے جمع ہونے کو کہتا ہے اور وہ اجتماع لدفن میت تھا۔ اس میں ضرورت اس ذکر کی ہوگئی تو اس کو فرمایا۔ غرض اجتماع للمیت جو مراد سفر السعادۃ کی ہے اس میں اور اجتماع میں جو دفن میت کے واسطے تھا کہ فرض کفایہ ہے اور اس میں ذکر کر دیا۔ فرق زمین آسمان کا ہے۔ اس کو اس سے کوئی مناسبت نہیں۔ پس یہ بھی نہ خلاف سفر السعادۃ کے ہے اور نہ حجت جواز اجتماع کی ہو سکے، کیونکہ سفر السعادۃ اس اجتماع کو بدعت کہتا ہے کہ بعد دفن میّت کے دوبارہ ختم قرآن کے واسطے یا بغیر اس کے اہلِ میّت کے پاس جمع ہوں کہیں ہوں گور پر یا غیر گور پر اور اس کو ہی حدیث جریر میں نیاحت میں داخل کیا ہے ... معہذا یہ جاننا ضرور ہے کہ فخر عالم نے ذکر بجہر یہاں کیا ہے نہ ایصالِ ثواب اس کا اور جہر سے دو کلمے فرماتے تھے، ورنہ خفی تو آپ کا ہر حال لازم تھا اس کا بھی خیال رہے۔" (براہینِ قاطعہ ص ۱۰۷)

(۲) ایک اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ذکر دفع مصیبت کے لیے تھا اور بطور علاج تھا۔ اس غرض سے جو اجتماع ہو وہ جائز ہوتا ہے اور ایصالِ ثواب کے لیے اجتماع کی نوعیت سے مباین نوعیت رکھتا ہے۔

(ب) ایسا اجتماع جو اہلِ میّت کے پاس نہ ہو۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

(i) بعض علماء نے جن میں صاحب سفر السعادۃ بھی ہیں اس اجتماع کو بھی مطلقاً ناجائز و مکروہ کہا ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کا تعامل نہ تھا۔ علاوہ ازیں جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو غزوہ موتہ کی خبر ملی اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ اور جعفر طیّار رضی اللہ عنہم کی شہادت معلوم ہوئی۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجد میں غمگین بیٹھے رہے اور صحابہ کی ایک جماعت بھی حاضر تھی۔ اسی طرح شہداء بیرِ معونہ کی خبر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پہنچی تو یہی حال ہوا لیکن کوئی اجتماعی قرآن خوانی یا ایصالِ ثواب کے لیے مجلسِ ذکر نہیں کی گئی۔

(ii) صاحب فتح القدیر نے قبر پر جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ تعالیٰ جائز کہا اور بعض دیگر علماء نے جمع ہو کر قرآن پڑھنا لوجہ اللہ کسی وقت غیر معین میں جائز کہا اور یہ جواز اس کے ساتھ مشروط ہے کہ اجتماع مباح ہو۔ بدعت نہ ہو یعنی اس کے لیے تداعی نہ کی گئی ہو۔

فتح القدیر میں ہے۔

واختلف فی اجلاس القارئین لیقرؤا عند القبر والمختار عدم الکراھۃ

یہی بات مولانا محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ نے مائۃ مسائل کے جواب میں لکھی۔

حافظاں را برائے قراءۃ قرآن نشاندن نزد قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است مختار ہمیں است کہ جائز است

علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج عن الغیر میں لکھتے ہیں:

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر وزمان ویقرؤن القرآن ویھدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولا ینکر ذلک منکر فکان اجماعا۔	بلاشبہہ مُسلمان ہر دَور اور ہر زمانے میں جمع ہو کر قرآن پڑھتے اور اس کا ثواب اپنے مردوں کو ہدیہ کرتے رہے ہیں۔ اس پر ہر فقہی مذہب کے اہلِ صلاح و دیانت لوگوں خواہ وہ مالکی ہوں یا شافعی وغیرہ ہوں۔ کا عمل رہا ہے اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا لہٰذا یہ اجماع ہوا۔

خزانۃ الروایات میں ہے

در سپارہ خواندن اختلاف است اگر خوانند چناں خوانند کہ یک دیگر نہ شنوانند	سپارہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے اگر پڑھیں تو اس طرح پڑھیں کہ ایک دوسرے کو نہ سُنائیں۔

اس قول اور اس کی مؤید مذکورہ بالا عبارات کی وضاحت میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں اور خزانۃ الروایات کا فیصلہ اس قرات جماعت میں ہے کہ وہ اجتماع بدعت نہ ہو جیسا جمعہ کو جامع مسجد میں لوگ پڑھتے ہیں اس کو فیصلہ کرتا ہے اور ایسا ہی مولانا اسحاق رحمہ اللہ نے اجتماع جائز میں یہ فرمایا سو ہم کو بھی کچھ عذر نہیں کہ اگر مجمع مباح ہے اس میں آہستہ پڑھنا چاہیے۔ ... لاریب جمع ہو کر قرآن آہستہ پڑھنا دُرست مگر وہ جمع ہونا مباح ہونا چاہیے۔ .. علی ہذا روایت عینی شرح ہدایہ سے حال اجتماع مختلف فیہ کا دریافت ہوا نہ مبحوث عنہ متفق الکراہت ... براہینِ قاطعہ ص: ۱۱۲،۱۱۱

اس دوسرے قول کی تفصیل ہم نے محض نفس مسئلہ بتانے کے لیے ذکر کی ورنہ تو قاعدہ مشہورہ و معروفہ کہ مفاسد سے بچنے کے لیے مباح بلکہ سُنّتِ زائدہ کو بھی ترک کرنا واجب ہوتا ہے۔ موجودہ حالات

اسی کے مقتضی ہیں کہ اس صورت کو بھی ترک کرنا ضروری سمجھا جائے۔ اس پر تفصیلی کلام پہلے گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) ایصالِ ثواب کے لیے وہ اجتماع جو اہلِ میّت کے پاس ہو خواہ جب بھی ہو اور کہیں بھی ہو، بالاتّفاق ناجائز اور مکروہ ہے۔

(۲) ایصالِ ثواب کے لیے وہ اجتماع جو اہلِ میّت کے پاس نہ ہو، لیکن اس کے لیے تداعی کی گئی ہو یہ بھی بالاتّفاق ناجائز ہے۔

(۳) ایصالِ ثواب کے لیے وہ اجتماع جو نہ تو اہلِ میت کے پاس ہو اور نہ ہی اس کے لیے تداعی کی گئی ہو اس کے جواز میں اختلاف ہے۔

(الف) صاحب سفر السعادۃ نے اس کو ناجائز کہا ہے۔

(ب) دیگر بعض حضرات نے اس کو جائز کہا ہے۔

چونکہ پہلی دو قسموں کے متفق علیہ ناجائز اور مکروہ اجتماع کا عوام میں شیوع ہے اور وہ لاعلمی کی وجہ سے (بلکہ بہت سے عام علماء بھی) یہ لیاقت نہیں رکھتے کہ جائز و ناجائز اجتماعات کے درمیان فرق کر سکیں اور وہ جائز سے ناجائز کے جواز پر قیاس فاسد میں مبتلا ہوتے ہیں یا اُن کے مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ لہٰذا مفاسد سے بچنے کے لیے اس قسم سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

"انوارِ مدینہ" میں

اشتہار

دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے